بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ادبی ناول آفیشل

03254460956

ا

ناول: خواب خیال

از قلم: زینب قریشی

"خواب وہ نہیں جو نیند میں دیکھیں، خواب وہ جو بیداری میں جگائیں۔"

انتساب: "یہ ناول رب العزت کے نام کی جاتی ہے جس نے لکھاری کو لکھنے کی صلاحیت اور ہمت عطا کی۔"

"تم حقیقت نہیں، حسرت ہو،

جو ملے خواب میں وہ دولت ہو،

کس طرح تمہیں چھوڑ دوں جاناں,

تم میری زندگی کی عادت ہو،

داستاں ختم ہونے والی ہے،

تم میری آخری محبت ہو"

)جون ایلیا(

ا

کہانی ہے سسکیوں کی، ٹوٹے خوابوں کی،
یہ کہانی ہے پروازِ فکر کی، دل کی ایک امید کی۔
یہ کہانی ہے ہجر میں چھپے وصال کے راز کی،
یہ کہانی ہے معجزے کی، ایک دردناک آغاز کی۔
یہ کسی انجان سے اُنس ولگاؤ کی بات ہے،
یہ ایک نامحرم سے چھپ چھپ کے عشق کی رات ہے۔
یہ کہانی ہے خدا سے رشتے کو پھر سے جوڑنے کی،
صحرا میں عشق کو تنہا چھوڑ، خُود کو توڑنے کی۔
یہ تپتے غم کی شاخوں پر انتقام کے شعلے ہیں،
یہ کہانی نہیں، جذبات کے لاوے میں ڈھلے پہلو ہیں۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

موجودہ وقت سے دس سال قبل:

اے جفاکار! لوں گا بدلہ، کروں گا برباد"

صوابی

برف سے ڈھکے پہاڑوں کے دامن میں، سبزہ زار کے کنارے ایک قدیم طرز پر بنا چھوٹا سا ڈھابہ، جس کے چھجے لکڑی کے محرابی ڈیزائن سے سجے تھے۔ ہواؤں میں اخروٹ اور شین چائے کی ملی جلی خوشبو تیر رہی تھی۔ اس چھوٹے سے ڈھابے پر لکڑی کی محض تین میزیں رکھی تھیں، جن کے ساتھ ہاتھ سے تراشی ہوئی پٹھو کی کرسیاں۔ سرد ہوا کے نرم تھپیڑوں میں، ایک میز کے گرد دو نوجوان بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے سامنے میز پر پٹھانوں کے روایتی لوازمات سجے تھے جن میں بولانی، دم پُخت، سجی، تندوری نان اور کُلاچہ (کُلاچہ ایک قسم کا نان ہے) ایک کے سامنے ماربل کی پیالی میں شین چائے تو دوسرے کے سامنے کانچ کے

ا

گلاس میں سوہنٹرہ (سوہنٹرہ ایک خالص ٹھنڈا مشروب ہے جو سندھ اور پنجاب کے دیگر دیہاتی علاقوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔) رکھا تھا۔

کہیں سے، دھابے کے کچن سے آتا ہوا کے ساتھ ایک پرانا پشتو گیت "(اوہ ہ ہ۔۔ قرارہ راشہ۔۔ قرارہ راشہ) "کے بول مدھم لہجے میں لہک رہے تھے۔

"اب آگے کا کیا سوچا ہے تم نے؟" خزیمہ نے آلو کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے اپنے دوست کی طرف دیکھا۔

"عالم سکندر سے بدلہ!"

"سنہری اور ہلکی سبز، سرد چمکتی ہوئی آنکھوں میں انتقام کی جوت جل رہیں تھیں، اس کے دوست نے جوس کا گلاس تھامتے ہوئے آہستگی سے سر ہلایا۔

"چھوڑ دو یہ سب... اپنے لیے کوئی اور مقصد چُنو ارباز، زندگی بدلے کی آگ میں جلا دینے کے لیے تو نہیں بنی نہ۔۔"

ارباز کے لبوں پر ایک تمسخر آمیز مسکراہٹ ابھری۔ وہ اپنے ہاتھ جھاڑ کر کھڑا ہوا اور خزیمہ کی کرسی کے گرد چکر لگانے لگا۔ پھر اچانک جھک کر خزیمہ کے کان کے قریب سر گوشی کی "ہم خان لوگ بدلے نہیں بھولتے! اور رہی بات کسی اور مقصد کی تو اب میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے، اور وہ ہے۔۔ عالم سکندر کو تباہ کرنا!"

یہ کہتے وقت، ریڈیو پر چلتا گیت بھی دھیرے سے اگلے مصرع میں داخل ہوا۔ وہ زور دار قہقہہ لگا کر ہنسا، اتنا ہنسا کہ آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ ہنسی کی آواز میں سفاکیت کی کرچیاں چمکنے لگیں تھیں۔

"ارباز پلیز!" اس کے دوست نے پہلو بدلا۔

"زہ انتقام اخلم او هر حال کې به اخلم، د خپل ځان او خپلې مور سره شوي هر ظلم بدله به اخلم۔"

(میں انتقام لوں گا اور ہر حال میں لوں گا، اپنے اور اپنی ماں کے ساتھ ہوئے ہر ظلم کا بدلہ لوں گا۔)

"د کوچني زړه سندره خو وا ورئ."

(چھوٹے زرہ والا گانا تو لگاؤ نہ۔۔)

For More Heart Touching Novels Kindly Visit Our Website: http://adabinovelofficial.com
Contact Us On adabinovelofficial@gmail.com
For More Details Visit Our Face Book Page & Group http://www.facebook.com/Adabinovelofficial

ا

"داڑوند،ستالپارہ، داینہ ستالپارہ"

اس نے خزیمہ کو جواب دینے کے بعد اپنی مترنم آواز میں گنگناتے ہوئے دھابے پر کام کرتے بچے کو گانا بدلنے کی ہدایت دی۔

"اردو میں بولو!" خزیمہ نے پشتو میں بولے گئے الفاظ پر ناگواری سے تیوری چڑھائی۔ "ایسے ہی بول رہا تھا۔ کچھ خاص نہیں۔" ارباز قہوہ کا آخری گھونٹ بھرتے ہوئے لاپروائی سے بولا۔ خزیمہ نے نے گہری سانس بھری، پھر تھوڑا جھک کر، سنجیدگی سے بولنا شروع کیا۔ "دیکھو ارباز! بدلہ اور انتقام ایک جیسے لگتے ضرور ہیں، مگر حقیقت میں دونوں میں فرق ہوتا ہے بہت فرق ہوتا ہے۔" اس نے بیزاری سے کندھے اچکائے، "مجھے تو کوئی فرق نظر نہیں آتا۔"

"بدلہ علی العلوم انصاف یا برابری کے اصول پر مبنی ہے اور اس کا مقصد دشمن کی طاقت کو کم کرنا ہے جبکہ انتقام ایک جذباتی ردِ عمل ہے۔ انتقام میں بے قابو ہونے کا عنصر ہوتا ہے، اور اس کا مقصد صرف اپنے سے زیادہ تکلیف پہنچانا یا دوسرے کی حالت کو مزید بگاڑنا ہے۔" اس نے نرمی سے وضاحت دی۔ ارباز نے ہنکارہ بھرا۔

"بدلے میں حد ہوتی ہے ارباز! ضمیر جاگتا رہتا ہے۔ مگر انتقام میں انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ کس حد تک جا رہا ہے... اور اکثر خود کو بھی تباہ کر بیٹھتا ہے۔"

جوان جوشیلہ خون اپنی عمر کے برعکس کافی سمجھدار معلوم ہو رہا تھا۔ وہ جواباً محض گردن ہلا کر گرداکا آخری ٹکڑا توڑنے لگا، گویا وہ ان باتوں میں دلچسپی ہی نہیں رکھتا ہو۔

"تمہارے لیے ایک مشورہ ہے..." اس نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں (ڈرامے باز معصومیت میں بھی کمال لگتا تھا) "لیکچرار بن جاؤ، قسم سے۔۔۔ یا پبلک اسپیکر، پولیٹیکل اسپیکر یا موٹیویشنل اسپیکر!۔۔۔ تمہاری باتیں سن کر لگتا ہے جیسے Paulo Coelho کا کوئی بچھڑا ہوا شاگرد ہو!" (کمبخت ہنسی ضبط کرنے کے چکر میں سرخ پڑ رہا تھا)

"اچھا؟ تو تمہاری نظر میں میں اتنا متاثر کن ہوں؟

مجھے The King's Speech دوبارہ دیکھنی چاہیے،

شاید کوئی راز مجھ میں بھی چھپا ہو، جو ابھی سامنے آنا باقی ہے۔" خزیمہ نے ایک آنکھ دبائی۔

ارباز نے قہقہہ لگایا، خزیمہ ہلکا سا سر جھکا کر مسکرایا۔

ا

"ہاں! مگر فرق یہ ہے کہ تمہاری تقریر شروع ہونے سے پہلے ہی لوگ تالیاں بجانا شروع کر دیں گے...
بھائی بات کم ہو، اور ڈرامہ ختم ہو!"

اس کے بولنے پر دونوں قہقہے لگا کر ہنستے۔۔ایک لمحے کے لیے رکے پھر پیٹ پر ہاتھ رکھ کر ہنسنے لگے، صوابی کی وادی بھی ان کے ساتھ قہقہے لگا کر ہنس رہی تھی۔

"تم وہ ہو جو ہر بات میں punchline ڈھونڈتے ہو، اور میں وہ جو بات کے اندر معنی تلاش کرتا ہوں۔ اب قہقہہ روک کر اس نے بولا۔ دونوں پھر ہنسے لگے شاید یہ اُن کے ایک ساتھ آخری لمحے تھے۔(کیا واقع؟)

"کب نکل رہے ہو کب کی فلائیٹ ہے؟" تھوڑے لمحے کی خاموشی کے بعد خزیمہ اُس ڈھیٹ سے پھر مخاطب ہوا۔ "تین بجے کی، بس ابھی نکل رہا ہوں۔ اب زندگی رہی تو اپنے مقصد کو پا کر ہی ملوں گا۔" اس نے جیپ کی چابیاں میز سے اٹھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "اور اگر زندگی ہی نہ رہی تو؟" سوال غیر متوقع تھا واقع یہ سوال غیر متوقع تھا صوابی کی وادیوں نے بھی اعتراف کیا۔

وہ جو ڈھابے سے نکلنے کے لیے میز پر رکھی جیپ کی چابی اٹھا رہا تھا کہ اپنے دوست کے بے اختیار پوچھنے پر قدم ان دیکھی زنجیر میں قید ہوئے۔ "چند پلوں کے لیے وہ بلکل ویسے ہی سانسیں روکے کھڑا رہا جامد۔۔صامت۔۔ساکت۔۔۔۔" پھر کچھ توقّف کے بعد جُھکے جُھکے ہی سرخ تکان زدہ آنکھیں اوپر کی اور لمحے کے لیے سب ٹھر گیا، چند ثانیے وہ بغیر پلکیں جھپکائے ایک دوسرے کی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھتے رہے پھر وہ آنسوؤں کا گولہ حلق میں اتار کر اور گلٹی سینے میں اُتار کر سیدھا کھڑا ہوا اب وہ تھوڑی دیر پہلے والے بے زار ارباز سے قدرِ مختلف تھا۔

"پھر روز محشر ملیں گے۔"

اب کی بار دونوں ہوئے تھے۔۔۔۔ساکت..."!

چند پل کی خاموشی...

"پر شاید وہاں بھی ہم الگ الگ مکین کے باسی ہو جیسے تم جنّت کے اور میں جہنّم۔" اُس نے نیم ہنستے ہوئے خود پر طنز کیا۔

اس کے دوست نے نے کھڑے ہو کر مضبوطی سے اُس کے گرد حصار باندھا۔۔دونوں کی آنکھیں لباب پانی سے بھری۔

"کچھ حصاروں میں کتنی عجیب سی سکون کی کیفیت چھپی ہوتی ہے۔۔۔"

ا

یہ وہ خاموش لمحے تھے، جہاں کسی کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی، اُس کو اپنی روح میں گہرا سکون، رگوں میں طمانینت اور دل میں سکینت اُترتی محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے وہ خود اپنے آپ سے دور، ایک پناہ میں جا پہنچا ہو، جہاں نہ کوئی تشویش تھی، نہ کوئی فکر، سکون اور صرف سکون تھا۔ چند لمحے یوں ہی آنسو بہاتے سِر کے۔ پھر ارباز نے گیلی سانس اندر کھینچی، جیسے دل کا بوجھ ہلکا کر رہا ہو۔ وہ بے حد دھیرے سے، نامحسوس انداز میں، اس کے شانے پر اپنے لب رکھ کر پیچھے ہٹا۔ ایک پل کے لیے ٹھہر کر کچھ کہنے یا سننے کی کوشش کیے بغیر، نظریں جھکائے، خاموشی سے مڑ گیا۔ وہ بوجھل قدموں سے ڈھابے سے باہر نکلا، ان دیکھے سفر پر وہ روانہ ہو چکا تھا۔

(جانان، جانان، جانان، جانان، جانان، جانان، جانان)

ایک دوسرے سے دور ہوتے گئے، گیت کی آواز مدھم پڑتی گئی اور برف پر اس کی جیپ کے ٹائروں کے نشان اُبھرتے گئے۔

شاید یہ ان کی کہانی کا آخری باب تھا، شاید وہ سچ میں ہمیشہ کے لیے رخصت ہو چکا تھا، شاید یہ جدائی کا محض ایک اور انداز تھا، شاید ایک آخری ملاقات کی ساعت ابھی باقی تھی یا شاید... اُن کی داستان کا آخری صفحہ ابھی تحریر ہونا تھا! شاید۔۔ شاید۔۔ شاید!

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

اسلام آباد:

مارگلہ کی سرسبز وادیوں کو اپنی آغوش میں لئے، پہاڑوں کی ایک بلند چوٹی پر "کیفِ سرور" اپنی تمام تر شان و شوکت کے ساتھ کھڑا تھا۔ لکڑی کے شہتیر، چمکتی ہوئی کھڑکیاں، اور نیچی چھتیں اس عمارت کو کوئی سادہ ریستوران نہیں، بلکہ خوابوں کی ایک نئی بستی بُنتے دکھ رہی تھی۔ یہاں ہر اینٹ، ہر تختہ، ہر شیشے میں ہر پل ایک خاموش داستان قید معلوم ہوتی تھی۔ آؤ دیکھیں ایک اور ہجر کی ادھوری خاموش داستان کو ریسٹورنٹ میں دفن ہوتے۔ یہ جگہ محض کھانے پینے کی جگہ نہیں، بلکہ جذبات کی پناہ گاہ معلوم ہوتی تھی۔ جہاں ہنسی اور آنسو، وصل اور ہجر، امیدیں اور شکستیں ایک ہی چھت تلے سانس لے رہی تھیں۔ ریستوران کی بالائی منزل، جسے یہاں کے مخصوص حلقے میں محبت سے "لوبرڈز" کہا جاتا تھا، قدرے خاموش اور پرسکون تھی۔ ٹھنڈی ہواؤں کی سرسراہٹ اور نرم روشنی میں بھیگی دیواریں بڑی بھلی معلوم ہو رہیں تھی۔ اسی بالائی منزل کی ایک بالکونی میں، سب سے آخری کونے میں ایک چھوٹی سی سنگِ مرمر کی میز کے گرد ایک نوجوان بیٹھا دکھائی دے رہا تھا بمشکل بیس برس کا، گندمی رنگت، بے داغ جوانی کی چمک، اور آنکھوں میں ہجر کی کرچیاں سموئے بیٹھا، اس کے سامنے میز پر ایک نفیس ماربل کی پلیٹ میں ریڈ ویلویٹ پیسٹری، سرخی مائل،

ا

نازک تہوں والی، ماضی کی کسی میٹھی مگر کربناک یاد کی علامت۔ ساتھ میں ایک بھاپ اڑاتا کیپچینو کا مگ، اور سبز ٹیولپس کا ایک تازہ گلدستہ رکھا تھا۔ ریستوران کے شیشے کی دیواروں سے پار مارگلہ کی وادیاں طلائی شام کے رنگوں میں نہاتی جا رہیں تھیں۔ فضا میں ہلکی ہلکی موسیقی گونج رہی تھی کہیں قریب سے، شاید فون اسپیکر سے، کرسٹینا ایگیلیرا کی نرم گرم سی مدھم مسحور کن آواز۔ "ہیپی برتھڈے ٹو یو"

ہاتھ میں قلم لیے وہ مختلف سوچوں میں غرق تھا، کہاں سے شروع کرے؟ کیا لکھیں؟ لفظوں کی مالا دماغ میں جپتے لکھنا شروع کیا۔

"ایک چہرہ ہے وہ چاند کی چمک جیسا۔۔۔"

آنکھوں کے پردوں پر کسی دلِ عزیز کا غزالی چہرہ لہرایا۔

"ہوا جو میرے روبرو بدل گئی ادائیں سارہ!!"

وہ یاد آئی، بہت شدت سے، آسودگی سے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"وہ رنگوں، پھولوں کی خوشبو میں ڈھلا وجود۔۔"

آنکھوں میں امڈتی نمی پر بند باندھا۔

"میں تنّما جس کی خود سے تھے جفائیں ساری!!"

آنکھوں سے نمی شبنم بن کے ڈائری کے ورق پر گری۔

"اس نے پکارا جب جاناں مجھ کو ایک لہر میں۔۔"

ہجر کی آخری بسات میں اس کا پکارنا یاد آیا۔

"سوچا یہ وہ نہیں جب یاد آئی اپنی خطائیں ساری!!"

ایک ہاتھ سے آنسو صاف کرتا تو ایک سے قلم کو حرکت دے کر ورق پر اپنے احساسات اُتارتا جاتا۔

"وہ میرہ چھوٹی سی عمر کی طویل یکطرفہ محبت!!"

ہری آنکھیں۔۔ کاش وہ انہیں بھول پاتا۔

ا

"بے وقوف لوگ کہتے رہے یہ ہیں سزائیں ساری!!"

سب کی باتیں یاد آئیں، نانی، باپ، تایا، مامی، کزنز۔

"پھر بڑھا ایک ہاتھ میرے رخسار کی طرف۔۔۔"

کچھ خواب یاد آئے، کچھ خیال یاد ائے۔

"جل جل مرا تھی میرے نصیب کی بلائیں ساری!!"

ایک حادثہ زہن میں تازہ ہوا۔

"وہ میری یک طرفہ ضدّی سے چاہت کا خمار۔۔۔"

سلویٰ مرتسم سکندر یاد آئی بہت شدت سے آئی۔

"اس کے سراہنے سے لگا ختم ہوئی انائیں ساری!!"

تکلیف سے آنکھیں میچ کر کھولی۔

"پھر قدرت نے کھیلا کھیل، کھلی آنکھ میری!!"

صبح خواب میں کی گئی ملاقات یاد آئی۔

"چھٹ گئی حسین پری کے، دیدار کی گھٹائیں ساری!!"

اس کی مسکراہٹ، اس کا چہرہ، اس کی آنکھیں سب یک ساتھ یاد آیا۔

"میں چاہتا تھا صدا رہنا، اس موت سی نیند میں!!"

ہر رات لینے والی ادویات یاد آئیں۔

"لیکن قدرت نے نہ کی، میرے خمار سے وفائیں ساری!!"

زہن پر ایک ساتھ اُس کی ساری یادیں ہاوی ہوئیں، قلم میز پر رکھ پر وہ بچوں کی ہچکیوں سے پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔

ہوا بالوں میں ہلکی ہلکی سرگوشیاں کر رہی تھی، جیسے ماضی کی کوئی بھولی بسری کہانی دہرا رہی ہو۔ مارگلہ کی پہاڑیوں کے عقب میں سورج آہستہ آہستہ اتر رہا تھا، اور ساتھ ہی مرتسم کے دل میں بھی ایک شام ڈھالتا جا رہا تھا۔

ا

"ایک اور شام ہجر کے نام!"

اچانک، آواز بدلی، میز پر رکھے فون کی اسکرین جگمگائی۔ "ڈیڈ کالنگ" مرتسم بے اختیار چونک کر فون کی طرف متوجہ ہوا۔ چند لمحے کے تذبذب کے بعد، آنسو صاف کر کے اس نے گہرا سانس بھرا، کال ریسیو کر کے کان سے لگائی۔ "ہیلو مرتسم! کہاں ہو بیٹا؟ میں کب سے انتظار کر رہا ہوں۔ چلنا بھی ہے، وقت کم ہے۔۔۔" دوسری طرف سے عالم سکندر کی تھکی تھکی سی آواز ابھری۔ مرتسم نے نظریں ایک لمحے کے لیے مغرب میں ڈوبتے سورج پر ڈالیں، پھر بغیر کسی جذبات کے کہنا شروع کیا۔ "بابا، میں دوست کے ساتھ ہوں۔ آپ چلے جائیں، میں رات کو دیر سے آؤں گا۔"

آواز کو حتیٰ الامکان سہی رکھتے ہوئے صرف اتنا کہہ کر اس نے کال منقطع کر دی تھی۔ دوسری طرف، عالم صاحب نے فون کے بند ہوتے ہی ایک تھکی ہاری سانس لی۔ اِدھر مرتسم نے فون میز پر رکھ کر میز سے گلدستہ اٹھاتے ہوئے اس کی بھینی بھینی خوشبو سانس کے ذریعے اپنے اندر اتاری، نظریں آسمان کی طرف مرکوز کر لیں، اس کے لبوں پر ایک ہلکی سی، مگر درد میں لپٹی پژمردگی سی مسکراہٹ ابھری۔

"اب وہ غروبِ آفتاب کے ساتھ ساتھ طلوعِ مہتاب کے مناظر بھی دیکھ رہا تھا"

کیچینو اور پیسٹری نے اپنے نظر انداز ہونے پر خاصہ واویلا مچایا۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

کچھ دن بعد:

(ٹورینٹو) کینیڈا:

ا

پچھلی نشست پر بیٹھ کر الیانہ گرد و پیش کے ہنگامہ خیز ماحول کو دیکھ رہی تھی۔ کلاس روم میں طلبہ کا جمع وغفیر تھا, کچھ طلبہ اپنی نئی زندگی کی ابتدا کے لیے خاصے پر جوش اور پر امید نظر آرہے تھے تو کچھ اپنے دوستوں کے ساتھ باتوں میں مشغول تھے، اور کچھ اپنے ہاتھوں میں کتابیں تھامے پڑھنے میں گم۔ اسی دھیما دھیما شور سنتے وہ اپنے خیالات میں گم تھی کہ اچانک کسی نے آہستہ سے اس کے قریب آکر پوچھا،

"ڈو یو مائینڈ اِف آئی سِیٹ ہیئر؟"

اُس کی عمر کا دراز قد، مشرقی نین نقوش والا لڑکا، جس کے چہرے پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں شوخی تھی۔ اس کے لہجے میں بھی مشرقی انداز واضح تھا۔

"یس، آئی وِل مائینڈ۔۔۔ یو کین سِیٹ سَم وئیر ایلس!"

الیانہ نے کچھ دیر اس کی طرف دیکھتے ہوئے خشک شستہ برتش لہجے میں کہہ کر سر ڈیسک پر گرا لیا۔ وہ کچھ حیران ہوا، پھر ڈھیٹو کی طرح مسکراتے ہوئے صرف دو بالش کے فاصلے پر بیٹھ گیا۔

(اس نے تو فارملیٹی کے طور پر پوچھا تھا، اچھا امپریشن کے لیے اور محترمہ سیریس ہو گئیں تھی۔ ہونہہ!)

الیانہ نے ہلکی آہٹ پر سر اٹھا کر قہر بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور بیگ سے اپنا رجسٹر نکال کر میز پر زور سے پٹخا۔ وہ خائف ہونے کے بجائے قہقہ لگا کر ہنسا پڑا۔ الیانہ نے اس کو قہقہ لگاتے ہوئے دیکھا۔ اس کی ہنسی ایسی تھی کہ جب وہ ہنسے تو اسے دیکھا جائے اور صرف اسے ہی دیکھا جائے۔

"محترمہ نظر لگائیں گیں؟" وہ اس کے برٹش نقوش دیکھ کر یہی اندازہ کر پایا کہ وہ اردو سمجھ نہیں پائے گی۔ اسی لیے مسکراتے ہوئے اردو میں استفسار کیا۔

"آئندہ میرے سامنے مت ہنسنا۔" وہ سختی سے گویا ہوئی۔

وہ اس کے بولنے پر دم بخود سا اُسے دیکھے گیا، انگریزی بولنے سے زیادہ وہ اردو بولتے ہوئے اچھی لگی تھی۔

ا

"اور آپ میرے سامنے آئندہ انگریزی مت بولنا۔" وہ اسی کے انداز میں بولنے کے بعد خفت چھپانے کے لیے اپنے لیپ ٹاپ اون کر گیا تھا۔

دن بھر بار بار موقع ملتے ہی اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا رہا، لیکن الیانہ کے دل کی دیواریں اتنی سخت تھیں کہ وہ کسی کو اندر آنے نہیں دیتی تھیں۔ بچپن سے کبھی کسی کے ساتھ دوستی نہیں کی، تو اب کیا کرتی؟ کزن تھے نہ کوئی خاندان بس ماں، باپ اور پھوپھو۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

"لیکن ایسا ایسا روشن، ہنستا باتیں کرتا چاند!"

اسلام آباد:

درانی ہاؤس:

اسلام آباد کے متمول علاقے میں پھیلا ایک وسیع و عریض محل نما گھر، جو اپنے خالص سفید سنگِ مرمر کی دیواروں، بلند ستونوں اور قدیم طرزِ تعمیر کی شاندار جھلک سے ہر دیکھنے والے پر ایک سحر طاری کرتا تھا۔ آج درانی ہاؤس خوشیوں کے رنگوں میں رنگا نظر آرہا تھا۔ پورچ سے لے کر گارڈن تک رنگ برنگے غباروں کی قطاریں آویزاں تھیں۔

دیواروں اور پودوں پر جگمگاتی نیون لائٹس، کھلے پھولوں کی خوشبو، قندیلوں کی مدھم لو اور ہلکی سی سا لگرہ کی گیت پورے ماحول کو سحر افسا بنا رہی تھی۔ فرش پر بچھے مخملی قالین، چھت سے لٹکتے قندیل نما فانوس، اور ہر گوشے میں رکھے سفید اور گلابی پھولوں کے گلدستے اس تقریب کو شاہانہ بنا رہے تھے۔ قہقہوں، سرگوشیوں اور خوشی بھرے نعروں کی بازگشت ہر کونے میں سنائی دے رہی تھی۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہنستے کھیلتے ادھر سے ادھر دوڑ رہے تھے، ان کے سر پر رنگین کاغذی ٹوپیاں تھیں۔ اسی ماحول کے بیچوں بیچ، ایک خوبصورت ساٹی-ن کے لباس میں ملبوس ننھی سی شہزادی کھڑی تھی۔ "ملالہ درانی"

بارہ برس کی، حسن اور معصومیت کا پیکر کہ دیکھنے والا پلکیں تک جھپکانا بھول جائے۔ چمکدار ہیزل گرین آنکھیں گویا کسی صاف چشمے کی سطح پر بکھرتی دھوپ کی جھلملاہٹ، ننھے گلاب جیسے نرم و نازک رخسار، جن پر ہنستے وقت بننے والا چھوٹا سا ڈمپل کسی شاعر کے

ا

خوابوں کی تعبیر لگ رہی تھی۔ ہوا کے جوش سے سنہرے بال کندھوں پر لہرا رہے تھے، جن میں گلابی ربن بندھا تھا۔ آج وہ اس تقریب کی مرکزی روشنی تھی۔ تمام لوگ گھیر کر کھڑے تھے، اور جیسے ہی ملالہ نے اپنے ننھے ہاتھوں سے کیک پر جمی روشنیاں بجھائیں،

سب نے یک زبان ہو کر گایا۔۔

"ہیپی برتھڈے ٹو یو،

ہیپی برتھڈے ٹو یو،

ہیپی برتھڈے ٹو یو، ڈیئر شہزادی..."

گارڈن قہقہوں اور تالیوں سے گونج اٹھا۔

فلیش لائٹس چمکیں۔

تصاویر بنیں۔

اور ننھی ملالہ کی ہنسی ہر کیمرے اور موبائل فونز میں قید ہوئی۔ قریبی رشتہ دار، دوست احباب باری باری ملالہ کو تحفے و تحائف سے نواز رہے تھے۔ کسی نے گڑیا کا سیٹ دیا،

کسی نے ستاروں والے جوتے، کسی نے کہانیوں کی طلسماتی کتابیں۔ ہر تحفہ قبول کرتے وقت ملالہ شکر گزار نگاہوں سے دیکھتی، جھک کر پیار سے شکریہ کہتی۔ اس کی ہر ایک ادا میں نزاکت تھی۔ درانی ہاؤس آج خوشیوں سے دمک رہا تھا

شاہانہ چمک، رشتوں کی مٹھاس، معصوم قہقہے، محبت بھری دعائیں یہ سب ایک انمول لمحے میں قید ہو رہے تھے، جیسے وقت خود رک کر یہ نظارہ دیکھ رہا ہو۔

مگر وقت کب رکتا ہے؟

یہ جشن بھی ماضی کا ایک خوبصورت قصہ بننے والا تھا۔ اور ملالہ کی یہ ننھی مسکراہٹ، وقت کے ساتھ ساتھ ان کہانیوں کا آغاز کرے گی جو اسے مقدر کے راہوں میں کہیں آگے لے جائیں گی...

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

حال:

ا

سکندر ہاؤس:

ہیزل رنگ کی بڑی بڑی آنکھیں، گھنی، مڑی ہوئی پلکیں، عمر کے لحاظ سے لمبے گھنے سنہرے بال، ننھی سی ناک، اور ہنستے وقت دائیں رخسار پر پڑنے والا خوبصورت گڑھا بیشک وہ بچی حسنِ فطرت کا شاہکار تھی۔ وہ قہقہے بکھیرتی چلی جا رہی تھی کہ یکا یک نیند کا طلسم ٹوٹا۔ پہلے ذہن بیدار ہوا، پھر وہ چونک کر اٹھ بیٹھا۔

"یہ خواب۔۔۔ یہی ایک خواب کیوں بار بار آتا ہے مجھے؟

میری شہزادی کی حسین آنکھیں... سلویٰ! میری گڑیا، مجھے معلوم ہے تم زندہ ہو۔ سب کہتے ہیں کہ تم مر گئی، مگر میں کیا کروں، میرا دل نہیں مانتا۔ مجھے یقین ہے کہ تم زندہ ہو، کیونکہ جب تک میری سانسیں چل رہی ہیں، میں تمہارے وجود کو محسوس کر سکتا ہوں۔ تمہیں محسوس کر سکتا ہوں۔۔۔ یہ میں۔۔ میر رے ے"

آنسو پلکوں کی حد عبور کر کے رخساروں پر بہنے لگے۔ وہ ٹوٹے پھوٹے جملوں میں خود سے اور کسی خاص سے ہمکلام تھا۔ ماتھے کا پسینہ صاف ہی کر رہا تھا کہ مؤذن کی آواز اُس کے کانوں سے ٹکرائی۔ فجر کی اذان ہوا میں پھیل چکی تھی۔

"کیا میں اسے اللہ سے مانگوں؟" دل میں ابھرنے والے اس خیال کو جھٹک کر اُس نے سائڈ ٹیبل پر ہاتھ مارا، کمرے میں ہلکی سنہری روشنی نے اپنا احاطہ کیا۔ نگاہ گھڑی پر پڑی تو چوک اٹھا۔

"افف آدھے گھنٹے بعد کی تو سقلین کی فلائیٹ ہے۔"

جلدی سے تازہ دم ہو کر کپڑے بدلے، پہلو کی دراز سے اپنی گھڑی نکال کر کلائی پر باندھی، ہلکے سے بال سنوارے، خوشبو کے چند چھینٹے دائیں بائیں بکھیریں، گاڑی کی چابی سنبھالی اور تیز قدموں کے ساتھ ایئرپورٹ کی راہ لی۔ یہ ہیں تیس برس کے، "مرتسم عالم سکندر"

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

کچھ لمحے بعد گھنے درختوں کی چھاؤں تلے، سفید فورچونر ائیرپورٹ سے نکل کر اسلام آباد کی خوبصورت شاہراہ پر رواں دواں تھی۔ گاڑی میں دو نفوس موجود تھے۔ ایک کے چہرے پر اضطراب کی پرچھائیاں تھیں۔ تو ایک خاموشی سے ڈرائونگ کر رہا تھا، پانچ برس کی طویل آزمائش کے بعد نویدہ سکندر کا سامنا کرنا تھا۔

"گاڑی کہیں اور موڑ لو میں فلحال گھر نہیں جانا چاہتا۔"

مرتسم نے سر ہلاتے ہوئے گاڑی دوسری جگہ موڑدی۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

"لوگ میری عمر کا خسارہ پوچھتے ہیں، یعنی وہ مجھ سے تمہارا پوچھتے ہیں!"

(ٹورینٹو)

کینیڈا:

سام ایڈل مین(Sam Edelman) کے کلاسک پمپس لاؤنج کے کونے میں پڑے اپنی ناقدری پر ماتم کر رہے تھے تو آرتیزیا (Artizia) کا'ول فری' منی کوٹ سنگل صوفے پر اپنی بے قدری پر بین ڈال رہا تھا۔ اگر نگاہوں کو تھوڑا سا اوپر کر کے دیکھیں تو وہ صوفے پر اوندھے منہ لیٹی ہچکیاں بھر رہی تھی۔ "مما کی جان ہوا کیا ہے کیوں ایسے رو رہی ہو؟ تم تو ٹاک شو میں گئی تھیں نہ؟" اُس کے سر پر کھڑی وردہ خاتون اُس سے کب سے پوچھ رہیں تھیں۔ مجال ہے جو وہ کچھ بتادے۔ "کیا ہوا ڈیڈ کا بیٹا تو جاتے ہوئے اتنا خوش تھا۔ تمہاری زندگی کا پہلا ٹاک شو تھا، اُدھر کچھ ہوا ہے؟ بتاؤ پرنسس؟" نک سک سا ادھیڑ عمر آدمی کوٹ پینٹ پہنے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے پریشانی استفسار کر رہا تھا۔ "ہے مائے ڈاٹر، وائے آر یو کرائینگ؟" وہ اُس کو سیدھا کرتے ہوئے میز سے ٹیشو اٹھا کر اُس کے آنسو صاف کر رہے تھے۔

"کیا مسئلہ ہے آپ لوگوں کا۔۔ بخش دیں مجھے۔۔ چھوڑ دیں میری جان۔۔ کیوں مجھے سوالیہ نشان بنا دیا اگر ایک دوسرے سے اتنی محبت تھی تو ایٹ لیسٹ ایک مذہب ہی اپنا لیتے۔۔ میری کیا پہچان ہے۔۔ میرے پاس ایک نام ہے پر پہنچان نہیں؟ کوئی مجھ سے پوچھے تو میں کیا جواب دوں بتائیں؟" وہ اُن کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے ترش لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"تم مسلمان ہو۔" یہ اُس کی مما وردہ خاتون کی آواز تھی۔

"تم کرسچن ہو۔" اور یہ اُس کے باپ نیتھن چینیز رکی۔

"اووواؤ میرے تو ماں باپ کو ہی نہیں پتہ میں کیا ہوں۔۔ آپ لوگوں کو پتہ ہے آپ نہ تو پرفیکٹ کپل ہیں اور نہ ہی پرفیکٹ پیرینٹس ۔" اس کا ماں باپ ششدر سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ "میں نے اُسے چھوڑ دیا صرف اس لیے کیونکہ میں ایک اور 'الیانہ نیتھن

ا

چینیزر' نہیں چاہتی تھی۔ کوئی مجھ سے میرا سب سے بڑا ریگریٹ(regret)پوچھے تو میں دنیا کو بتاؤ ایک مخلص مرد میرے قدموں میں بیٹھا مجھ سے مجھے مانگ رہا تھا اور میں۔۔ میں اس کو خالی ہاتھ چھوڑ آئی تھی۔" آخر میں اُس کی آواز رندھ گئی تھی۔

"ڈیڈ۔۔۔ڈیڈ۔۔ میں اُسے چھوڑ آئی تھی، مما آج مجھ سے ہوسٹ پوچھ رہی تھی میں شادی کب کروں گی؟، کس سے کروں گی میں کونسا مذہب فالو کرتی ہوں، سب پوچھا اور آج آپ کی بیٹی جواب نہیں دے پائی، میری آواز نہیں نکلی مما۔۔ میری زبان نے ساتھ نہیں دیا ڈیڈ میں اُس کا نام نہیں لے پائی میں دنیا کو بتانا چاہتی ہوں سنیں میں کیا بتانا چاہتی ہوں۔۔" میں۔۔ میں اُس سے شادی کرنا چاہتی ہوں، پر میری زبان نے ساتھ ہی نہیں دیا۔" وہ اپنی بے بسی پر ہنسی بہت ہنسی اور پھر یک دم رو دی۔۔ نیتھن چینیزر اور وردہ خاتون سکتے میں کھڑے تھے یہ اُن کی بیٹی نہیں تھی وہ تو بہت مضبوط تھی وہ تو کبھی ایسے نہیں روئی، اُن کی بیٹی کسی کو پسند کرتی تھی اور وہ نہیں جانتے تھے۔

"الیانہ حوصلہ۔۔" وردہ خاتون نے کچھ بولنا چاہا۔

"میں۔۔ میں حوصلہ کروں؟ یہ میرے جوڑے ہاتھ دیکھیں۔۔" باقاعدہ وہ ہاتھ جوڑے کھڑی تھی۔

"یہاں سے چلیں جائیں۔۔ مجھے پہچان تو دے نہیں پائیں، مجھے تو چھوڑ کر چلی گئی تھیں نہ آپ؟ اب آپ کہنے آگئی میں حوصلہ کروں۔" وہ تمسخر سے ہنسی۔

"بلکہ آپ لوگ نہیں میں ہی چلی جاتی ہوں۔۔" وہ بول کے روتی، گرتی، پڑتی اپنے کمرے کی طرف برھ گئی تھی اور وہ ویسے ہی کھڑے رہ گئے تھے۔

کمرے میں داخل ہو کر ڈریس تبدیل کیا، نہ جیولری اتاری، بس سیدھا جا کر بستر پر اوندھے منہ گر گئی۔

"میرے ساتھ کیوں؟ میرے ساتھ ہی کیوں؟ میں نے کیوں چھوڑا اسے؟"

وہ بے آواز ہچکیاں بھر رہی تھی، آنسو صاف کر کے آنکھیں بند کر کے اس نے سر تکیہ پر گرایا، پلکیں موندتے ہی چھ سال پہلے کی گئی آخری ملاقات کا لمحہ ذہن کے پردے پر اُبھرا تھا۔

.....

ا

ستمبر کے ابتدائی دنوں میں درختوں کی شاخیں ہلکی ہوا میں جھولتی گیت گنگنا رہی تھیں تو جھڑتے ہوئے پتے زمین بوس ہو کر خزاں کی نظم لکھ رہے تھے، آسمان ہلکے جامنی اور نیلے رنگ میں ڈھل رہا تھا تو سورج کی آخری سنہری کرنیں دیواروں پر سایہ بناتی جا رہیں تھیں۔ ایسے میں ٹورینٹو کے خوبصورت اور پر سکون شاہراہ کے کنارے واقع نفیس ریسٹورینٹ کی کھڑکی کا ہلکا سا پردہ ہٹا ہوا تھا اگر پردے کو تھوڑا اور ہٹا کر غور کریں تو کھڑکی کے ساتھ والی میز پر دو نفوس آمنے سامنے بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔ شیشے کے بنے ریستوران میں مدھم روشنی، مدھوش کن موسیقی فسفسانہ خیز منظر پیش کر رہی تھی۔

"میرے لیے دینِ اسلام قبول کر سکتی ہو؟" سادے انداز میں کیا گیا یہ سوال سامنے بیٹھی لڑکی کو منجمد کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس نے سوالیہ ابرو اٹھائیں۔

کچھ پل گزرے۔۔

"میں۔۔ مسلما۔ن۔۔ما۔۔ کی۔ بیٹی۔۔۔ہوں۔۔زاویان!" بے آواز لب ہلے۔

"الیانہ میرا سوال کچھ اور ہے۔۔۔ پلیز سہی جواب دو کیا تم میرے لیے مسلمان ہو سکتی ہو؟"

وہ تھوڑا آگے ہو کر اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں پوچھ رہا تھا۔

اس نے ٹھنڈی کافی اٹھا کر ایک سانس میں اپنے حلق میں اُتاری پھر سر کرسی کی پشت سے لگایا۔

"میں اگر مسلمان نہیں ہوں تو میں کرسٹن بھی نہیں ہوں۔۔" ایک ایک لفظ پر زور دے کر الفاظ ادا کیے۔۔۔ آنسو اندر دھکیلے۔

"اور۔۔اور۔۔۔ میں تمہارے کہنے یا تمہارے لیے کبھی دینِ اسلام قبول نہیں کروں گی۔۔ میں جب بھی کروں گی اللہ کے لیے کروں گی، لمحہ بھر کو آنکھیں بند کیں، پھر آہستگی سے آنکھیں کھولیں، نظریں ایک بار پھر زاویان کی آنکھوں سے ٹکرائیں۔

"زاویان... تم مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ کیا میں تمہارے لیے مسلمان ہو سکتی ہوں؟"

ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی، پھر وہ آواز میں مضبوطی سموئے گویا ہوئی۔

"سنو... اسلام کسی انسان کے لیے نہیں، صرف اللہ کے لیے قبول کیا جاتا ہے۔ بلکے کوئی بھی مذہب کسی انسان کے لیے تو ایٹ لیسٹ قبول نہیں کرتے۔ تم تو قرآن بھی پڑھتے ہو اُسی قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

'لَا اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ'

ا

(ترجمہ: دین میں کوئی زبردستی نہیں)

سورۃ البقرہ، آیت 256

"میری مما مجھے دینِ اسلام کے متعلق سب بتاتی تھی تو میرے ڈیڈ دینِ مسیحیت کے بارے میں سب سمجھاتے مما تلاوتِ قرآن کی فضیلت بتاتی تھی تو ڈیڈ تلاوتِ بائبل کی خصلت بتاتے تھے، مما نماز پڑھنے کو کہتی تو ڈیڈ میس (Mass) کے لیے چرچ لے کے جاتے، مما روزے رکھواتی تو ڈیڈ لینٹ (laint) رکھواتے، مما عید کی خوشیاں منواتی تو ڈیڈ ایسٹر (Easter) کی، مما نے ایک دفعہ مجھے کہا دینِ اسلام قبول کرو میں بغیر جواب دیے اٹھ گئی، کچھ دن بعد پھر کہا"۔۔وہ ہنسی۔۔"میں نے۔۔میں نے پھر بھی نہیں کیا۔۔اور پھر انہوں نے کہنا چھوڑ دیا"۔۔میری ماں کی نظر میں میں مسلمان ہوں تو میرے ڈیڈ کی نظر میں میں کرسچن ہوں پر کوئی نہیں جانتا میں تو بے نام ہوں میری تو کوئی شناخت ہی نہیں!" وہ ہنستی ہنستی رو پڑی پھر ہنسی۔۔"میں بہت برے طریقے سے پھنسی ہوں زاویان میرے میرے کچھ سمجھ نہیں آتی کبھی کبھی مجھے ڈر لگتا ہے۔۔تم۔۔تم ایک ایسی بچی کا بچپنا تصور کر سکتے ہو جو بچپن سے دو دین کی خصلت اور فضیلت سنتی آ رہی ہو، جو چوبیس سال کی میچور اور سمجھدار لڑکی ہو کر بھی اپنا دین سیلیکٹ نہیں کر پائے، اپنی پہچان نہ بنا پائے۔لوگ مجھے ایک کینیڈین ایکٹریس الیانہ نیتھن کے نام سے جاننے لگیں ہیں کوئی مجھ سے میری پہچان پوچھے تو میرے لب سِل جاتے ہیں اور دماغ۔۔دماغ تو ماؤف ہو جاتا ہے۔"

میرا مقصد تمہ۔۔۔زاویان نے بولنے کے لیے لب کھولے مگر وہ بغیر اس کی سنے بولے جا رہی تھی۔۔

"میں اگر کبھی اسلام قبول کروں گی، تو صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے، اُس کی ہدایت پر، اُس کے کلام کے اثر سے۔"

وہ رُکی، الفاظ چُنے

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'اِنما الاعمال بالنیات، واِنما لکل امرئ مانوی'

(ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے)

تو کیا تم چاہتے ہو کہ میں اتنے عظیم دین کو کسی انسان کی محبت کی بنیاد پر اپناؤں؟ کیا اللہ اس نیت کو قبول کرے گا؟"

اب کی بار آواز میں نمی تھی۔

ا

"میں مسلمان بنوں گی... تو اُس دن جب میرا دل، میری روح، اور میرا ایمان اللہ کے سامنے جھکنے کو تیار ہو گا نہ کہ کسی انسان کے کہنے پر، چاہے وہ تم ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر میں نے کبھی مسیحیت قبول کیا تو وہ بھی میں کسی انسان یا خود کے کہنے پر نہیں کروں گی۔ بلکہ خدا کے لیے کروں گی۔" وہ خاموش ہوئی تو زاویان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ٹیشو باک سامنے کیا، پانی گلاس میں انڈیل کر اس کے آگے کیا۔

"سرخ ناک میں اچھی لگتی ہو۔" وہ ملائمت سے بولا تو وہ روتے روتے بھی جھیپ گئی تھی۔

"میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنے کا نہیں تھا۔" اُس نے گہرا سانس بھر کے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنا جاری رکھا۔۔

"ہم نے دو سال یونی میں ایک ساتھ پڑھا ہماری بینچ ساتھ ہوتی تھی، جس دن تم نہیں آتی تھی میں اسائنمنٹ، لیکچرز سب چھوڑ کر واپس چلا جاتا تھا" (وہ بتانا چاہتی جب وہ نہیں آتا تھا تو وہ بھی چلی جاتی تھی)۔۔ ہم ایک دوسرے کے بارے میں ذاتیات میں صرف نام اور نیشنیلٹی جانتے تھے۔ تم نے کبھی اپنی فیملی پیرینٹس کے بارے میں ذکر نہیں کیا تو میں نے بھی نہیں بتایا۔ تم اپنا سب شئیر کرتی تھیں سوائے خود کے خیر۔۔" وہ آسودگی سے مسکرایا۔ "لنچ، اسنیکس حتٰی کہ میں اپنے آپ سے کبھی کبھار اسٹیشنری نہیں لاتا تھا، تمہاری چیزیں استعمال کرنا مجھے اچھا لگتا تھا" وہ ہنسا۔ "تم نے اسٹیڈیز کے درمیان میں ٹورنٹو انٹرنیشنل فلم فیسٹیول (TIFF) میں اوڈیشن دیا تم نے مجھے نہیں بتایا، میں گلہ بھی کرتا تو کیا تم تو پہلے بھی کچھ شئیر نہیں کرتی تھیں۔ اُس نے شکوہ کن نظروں سے الیانہ کو دیکھا تو وہ لب کاٹ کر رہ گئی۔

"اور اور پھر ایک دن جب میں کلاس میں داخل ہوا تو تم سارے کلاس فیلوز کے ساتھ میکرونز (Macarons) شئیر کر رہیں تھیں مجھے اعتراض تھا پر میرے پاس حق نہیں تھا تم سے ناراض ہونے کا تم سے شکوہ کرنے کا پھر تم نے بتایا تم ایک فلم میں سائیڈ کریکٹر پلے کرنے کے لیے سیلیکٹ ہو گئیں۔ میں خاموش رہا جب بھی تم سے کچھ نہیں کہا۔ ہم تو ایک دوسرے کے ان کہے جذبات کو بھی سمجھتے تھے۔ تم نے یونی آنا چھوڑ دیا تم سیلف اسٹیڈی کرتی تھی۔ پھر تم نے میرا کیوں نہیں سوچا؟ کیا میں تمہارے لیے اتنا بے وقعت تھا؟"

"اچھا سب چھوڑ کر یہ بتاؤ؟" اس نے ہنس کر آنکھوں کی نمی اندر دھکیل کر خود کو بولنے کے لیے تیار کیا۔

ا

مجھ سے شادی کرو گی؟ اُس نے کافی پر جوش ہو کر تیز آواز میں پرپوز کیا کافی لوگوں نے مڑ کر انہیں دیکھا پھر مسکرا کر سر جھٹک کر اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔

اُس نے الیانہ کا تاریک پڑھتا چہرہ دیکھا۔

"ہے الیانہ (لوک ایٹ می) میری طرف دیکھو، کیا ہوا تم ٹھیک ہو؟ الیانہ؟"

آنسوؤں رخسار سے بہتے تھوڑی کو چھوتے بے مول ہو رہے تھے۔

"الیانہ؟ آر یو اوکے؟"

وہ کرسی دھکیل کر اٹھ کر اس کے پاؤں کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھا۔

"زاویان کھڑے ہو۔" وہ ترش لہجے میں دبی دبی چیخی۔ آس پاس کے لوگ انہی کی طرف متوجہ تھے۔

"زاویان لوگ دیکھ رہے ہیں۔" اُس نے اسے اٹھانا چاہا۔

"دیکھنے دو، تم اپنے آنسو صاف کرو۔ اور مجھے بتاؤ مجھ سے شادی کرو گی؟" وہ اُس کے ہاتھ پکڑتے ہوئے نم آنکھوں میں سوال لیے التجائی انداز میں گویا ہوا۔

"کیوں میرا اسکینڈل بنوانا چاہ رہے ہو تم۔۔ تمہارا کیا جائے گا تم تو اپنے ملک واپس لوٹ جاؤ گے۔" الیانہ سرد مہری سے اس کے ہاتھ جھٹک کر کھڑی ہوئی۔

وہ ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ اپنے خالی ہاتھ دیکھ رہا تھا، لب ہلے، نہ اسے پکارا، نہ آنسو نکالے۔

الیانہ نے اپنا موبائل کلچ اٹھا کر تشو سے اپنے آنسو صاف کر کے صرف ایک جملہ ادا کیا۔

"میں ایک اور الیانہ نہیں چاہتی۔"

وہ بول کر چلی گئی تھی۔ اور وہ وہی دوزانو بیٹھتا چلا گیا تھا۔

"الیانہ پلیز الیانہ۔۔ مجھے مت چھوڑ کر جاؤ، خزاں میں بچھڑے پھر کبھی نہیں ملتے، بہار میں بھی نہیں، پلیز الیانہ رک جاؤ۔"

وہ تو جا چکی تھی۔

ا

وہ سسکیوں سے رویا، اس کے تو وہموو گماں میں بھی نہیں تھا قسمت اُس کے ساتھ اتنی ناانصافی کرے گی تو الیانہ اتنی سنگدلی برتے گی۔

اور پھر ڈوبتے سورج، ابھرتے چاند، ٹورینٹو کی شام، خزاں کے سوکھے پتّے، اور ریسٹورنٹ میں موجود ہر ایک شخص نے اُسے روتے دیکھا تھا،

کچھ لمحوں بعد، وہ آنکھوں سے بہتے آنسو پونچھ کر، نظریں جھکائے، بے صدا قدموں کے ساتھ، بنا کسی کی طرف دیکھے ریسٹورنٹ سے نکلتا گیا تھا۔

رات دیر گئے تک ہچکیاں بھرتے ہوئی ہی وہ نیند کی وادیوں میں گم ہو گئی تھی۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

ایجینٹ گھوسٹ اور ایجنٹ سائلینکس فارم ہاؤس پر ایک ساتھ پہنچے تھے۔ وہ سیدھے لائبریری کی جانب بڑھے۔ کتابوں کے شیلف کے قریب پہنچ کر، تیسرے نمبر والے شیلف سے تین کتابیں نکالیں اور ایک بٹن پر یس کیا۔ پھر وہ تینوں کتابیں اپنی جگہ رکھ کر شیلف کو زور سے گھما کر دیوار میں چھپی ہوئی تاریک راہ داری میں داخل ہوئے، بڑے بڑے قدم اٹھاتے ہوئے اُس راہ داری کو عبور کر کے دائیں جانب دو قدم چلے اور ایک سنہری رنگ کے دروازے پر دستک دی۔

"کم اِن۔"

دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا۔

دروازے کی سیدھ میں، کافی براؤن رنگ کی بیضوی شکل کی میز تھی جس کے گرد تقریباً آٹھ کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ جس پر چار خوبرو نوجوان اور ایک ادھیڑ عمر سوٹڈ بوٹڈ مرد بیٹھا تھا۔ ان سب کی انگلیاں مختلف لیپ ٹاپس پر تیزی سے حرکت کر رہی تھیں، سامنے ایک بڑی سفید اسکرین نسب تھی، کمرے کے دائیں طرف چھ سیٹر صوفہ سیٹ براجمان تھا، جس پر ایک شخص نیم دراز تھا۔ اس کے ساتھ کانچ کی میز پر کچھ دستاویزات، لیپ ٹاپ، نقشے، پرنٹس، کمانڈ فون اور ایک کپ بلیک کافی رکھی تھی۔ وہ وقتاً فوقتاً کافی کے گھونٹ لیتے،۔ ان کی توجہ مکمل طور پر اپنے کام پر مرکوز تھی۔

"ویلکم، آل اوف یو۔"

ایجینٹ سائلینکس کی آواز نے کمرے میں موجود تمام افراد کی توجہ فوراً اپنی طرف کھینچ لی۔

ا

کچھ دیر بعد، کمانڈر سیبل سفید اسکرین پر نمودار مبہم روشنی میں کھڑے تھے۔ہاتھ میں پین لیے،وہ پلان کے ہر اہم نکتے کی وضاحت کر رہے تھے۔ہر سوال کا جواب وہ ایسی باریکی سے دے رہے تھے کہ کوئی اعتراض کرنے کی جرات نہ کر سکا۔

یہ واضح تھا کہ یہ منصوبہ ان کا نہیں، بلکہ کسی ذہین ماسٹر مائنڈ کا شاہکار ہے، جسے نہایت منصوبہ بندی اور حکمت عملی سے ترتیب دیا گیا تھا۔

"کبھی کبھی لگتا ہے ایجنٹ موکسی میں کسی اور کا دماغ ہے۔"

ایجنٹ ریکس نے ستائش میں کہا۔

"رئیلی، آئی ایم امپریسڈ!"

ایجنٹ سائلینکس کی مدھم مگر سنجیدہ آواز تھی۔

سب نے ایجنٹ موکسی کی قابلیت کو سراہا، سوائے ایک کے۔

"ایجنٹ گھوسٹ، آپ کسی نکتے سے متفق نہیں؟"

کمانڈر سیبل نے گھوسٹ کو مخاطب کیا، جو اپنی نظریں اسکرین پر جمائے ہوئے تھا۔

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔"

"پھر کبھی کبھار کسی کی تعریف کر لینا چاہیے۔"

ایجنٹ گریم طنزیہ لہجے میں ہنسا۔

"جو ہوا ہی نہیں، اس کی کیا تعریف؟"

گھوسٹ بھی طنزیہ ہنسی ہنسا۔

کمانڈر سیبل نے گہرے لہجے میں کہا

"اللہ سے بہتر کی امید رکھو، یہی بہتر ہے۔"

"امید" گھوسٹ کے لب بے آواز ہلے، مسکراہٹ یک دم غائب ہوئی، مانو کسی نے کھولتا ہوا تیل اس کے چہرے پر ڈال دیا ہو۔

ا

اتنے میں پرائیویٹ فون کی گھنٹی بجی، سب اس طرف متوجہ ہوئے، فون سن کر وہ جلدی سے صوفے کے قریب گیا، ایل سی ڈی اوون آن کی، اور سامنے والے مناظر کو دیکھ کر سب کے چہروں کی ہوائیاں اڑی۔

نیوز اینکر چیخ چیخ کر رپورٹ کر رہی تھی۔

"افغانستان جانے والے منشیات کے بحری جہاز میں دھماکہ، ذرائع کے مطابق منشیات اسمگل کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ ملک کے نامور این جی او سربراہ، سرمد حسین تھے۔ ہمیں ابھی ایک اور اطلاع موصول ہوئی ہے سرمد حسین پولیس کو اپنے گھر سے مردہ میں حالت میں پائے گئے ہیں۔"

"کہا تھا نہ جو ہوا ہی نہیں اس کی کیا تعریف؟"

گھوسٹ تمسخر سے سب کے چہرے دیکھ رہا تھا۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

اسلام آباد:

خان حویلی:

گارڈن میں مالی پھول پودوں کی کتر ائی کر رہا تھا تو کچن میں شیف اپنی ذائقے سے دیوان خانے اور کچن کا ماحول معطر کر رہا تھا اگر ہم دیوان خانے سے ہوتے بر آمدے کی جانب بڑھیں تو کسی کی مسحور کن آواز ہمارے کانوں سے ٹکرائے گئی.

"داژوند ستا دپارہ، دامینہ ستا دپارہ۔"

حویلی کی در و دیوار اس سحر انگیز آواز کی آشنائی سے معمور تھیں۔

"دستا محبتونہ، قصہ دژوند دی۔"

آگر آواز کی سمت بڑھیں تو بر آمدیں کے گوشے میں دروازہ تھا اگر اسے بھی عبور کریں تو ایک کمرے میں پہنچتے ہیں۔ جہاں دائیں جانب دیوار پر بنی کھڑکی سے ہلکی سنہری دھوپ نمودار تھی، جو اس کے چہرے کو گلابی سے سرخ کر رہی تھی۔ ماتھے پر بکھرے بھورے بال، گھنی بڑھی ہوئی شیو، اور سفید وی نیک شرٹ اور ٹراوزر میں ملبوس وہ شخص اسٹول پر بیٹھا دکھائی دے رہا تھا۔ اپنے سامنے موجود مٹی کے مجسمے کی ناک کو لوپ ٹول کی مدد سے ہاتھ میں مہارت لیے تراش رہا تھا۔ اس کے ہاتھ اور ہونٹ ایک ساتھ ہل رہے تھے۔

"راشه زماسینه ته، واوره زمادز°ه ٔکونه۔"

اگر ہم کمرے کا بغور جائزہ لیں تو اس کے ایک جانب میز پر کئی اوزار ترتیب سے رکھے ہوئے تھے۔ یہ ایک مٹی کے مجسمے (clay sculpture) کی میز تھی، جس پر مجسمہ سازی کے مختلف اوزار رکھے گئے تھے، جیسے چھوٹی چھوٹی چھینیاں، ربڑ کے کناروں والے شکل دینے والے اوزار، سوئی نما آلہ، مٹی کو تراشنے کے لیے لوپ ٹولز، اور ایک پیالہ جس میں پانی سفید تولیہ اور برش رکھا ہوا تھا، دیواروں پر بنے شیلف میں کئی مٹی کے مجسمے سجائے گئے تھے، اور کئی مجسمے اپنے پاؤں کے بل کھڑے تھے، ہر چیز سے یوں ظاہر ہو رہا تھا اس کمرے کے مالک کا محبوب شوق مجسمہ سازی ہے۔

"زما کوردی دز°ه، زما دپاک جانان۔"

دروازے کی آواز پر اس نے نظریں اٹھائیں۔ ہلکی سبز آنکھوں کے عدسے دھوپ کے باعث اپنے گرد سنہری دائرہ بنا رہے تھے۔

"پرفیکٹ۔۔۔ آپ میرا کب بنائیں گے؟"

ایک کم عمر شوخ مزاج لڑکی کمرے میں داخل ہوئی۔

"جب تم بھی حامد حسین کی طرح دنیا سے کوچ کر جاؤ گی۔"

وہ مسکراہٹ دبائے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ بغور دیکھ رہا تھا۔

"شکل اتنی اچھی ہے کاش آپ کی زبان بھی اچھی ہوتی۔" سحرش نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"آپ ان کا بنائیں گے؟"

وہ اس 'ان' کا مطلب اچھے سے جانتا تھا۔

"جانان کی خوبصورتی ایک بے جان مجسمے میں نہیں سموئی جا سکتی۔"

وہ دلکشی سے مسکرایا۔

"چھوڑ دیں یہ سب، آپ بہت اچھے ہیں ایسے سفاک مت بنیں، آپ صاف دامن ہی رہیں۔" لہجے میں التجا، مان، منت کیا کیا نہ تھا۔

"میں نے اپنے سفید دامن کو آج سرمئی میں ڈھال لیا اب میں کتنے بھی مداوے کر لوں میرا دامن سفید نہیں ہو سکتا ہاں سیاہ ضرور ہو سکتا ہے۔

For More Heart Touching Novels Kindly Visit Our Website: http://adabinovelofficial.com
Contact Us On adabinovelofficial@gmail.com
For More Details Visit Our Face Book Page & Group http://www.facebook.com/Adabinovelofficial

ا

اس کی آنکھیں غیر انسانی ہو رہی تھی۔

"اب آگے کیا ہو گا؟"

"جو میں چاہوں گا۔"

مسکراہٹ اس کے لبوں پر رقصاں تھی۔

"اور اگر کسی نے منہ کھول دیا تو۔"

"یہاں گواہ، پولیس، قانون، عدالت، وکیل، جیورر اور جج منٹوں میں بکتے ہیں بچے۔"

کھڑا ہوتے ہوئے اپنے مٹی سے اٹے ہاتھ پانی والے پیالے میں ہی دھو کر تولیے سے خشک کر رہا تھا۔

"وہ کیسے؟" اُس نے حیرانی سے ارباز کی جانب دیکھا۔

"پیسہ پھینک، تماشا دیکھ"

اس نے اپنی مسحور کن آواز میں ایک لائن گنگنائی اور پھر اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھا دیے۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

جاری ہے۔۔۔

اگلی قسط انشاءاللہ چند دن بعد۔

ا

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ مصنف اور ادارے کی اِجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جاسکتا ہے اگر اس قسم کی صورتحال وقوع پزیر ہوتی ہے تو ادارہ اور لکھاری قانونی کاروائی کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔

ادبی پبلیکیشنز

03254460956

email:adabipublication@gmail.com

website:adabinovelofficial.com

اردو ادب کو ڈیجیٹل دنیا میں فروغ دینے کے بعد "ادبی ناول آفیشل" اب اشاعت کی دنیا میں بھی نئے سفر پر گامزن۔ "ادبی پبلیکیشنز" کا مقصد کتاب بینوں تک کتاب اعلیٰ معیار اور مناسب قیمت میں پہنچانا ہے۔ ادارے کی کوشش رہے گی ان کتابوں کی اشاعت کرنا جو تخلیق کے لحاظ سے بہترین ہوں۔ "ادبی پبلیکیشنز" نئے لکھنے والوں کو اشاعت کا بہترین موقع فراہم کر رہا ہے۔ اگر آپ کو لگتا ہے آپ میں لکھنے کی بہترین تخلیقی صلاحیت ہے، آپ اپنی تحریر کی اشاعت کے لیے ادارے کے دیے گئے واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔

03254460956

مزید دل کو چھو جانے والی اور سبق آمیز داستانوں، بہترین ناولز اور کہانیوں کے لیے ہماری ویب سائیٹ وزٹ کریں۔
ادبی ناول آفیشل سوشل میڈیا کا وہ واحد پلیٹ فارم جو آپ میں چھپے لکھنے کا ٹیلنٹ پالش کر کے آپ کو لکھنے سے لے کر بڑا نام بنانا سکھائے گا نا صرف آپ کا شوق پورا کرے گا بلکہ اس سے آپ گھر بیٹھے کما بھی سکیں گے۔

ا

اگر آپ بھی ادبی ناول آفیشل کے قابل رائٹرز کے ساتھ کام کر کے اپنے آرٹیکل، کہانیاں، ناول، یا کسی بھی قسم کا معیاری کام پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہماری ٹیم سے رابطہ کریں۔

ای میل:adabinovekofficial@gmail.com

ویب سائیٹ

/http://adabinovelofficial.com

آفیشل گروپ

http://www.facebook.com/Adabinovelofficial

واٹس ایپ نمبر

03254460956

منجانب:

ادبی ناول آفیشل ٹیم